قرون اولٰی میں کثیر ثقافتی معاشرہ (تاریخی و عصری مطالعہ)

MULTICULTURAL SOCIETY IN EARLY ISLAMIC ERA
A HISTORICAL AND CONTEMPORARY STUDY

آسیہ پروین* ، پروفیسر ڈاکٹر خالد محمود عارف**

Abstract:
Islam as a religion and civilization has potencial to maintin multicultural society. The early Islamic era, the first three centuries (7th–9th CE), represents one of the most dynamic periods of multicultural coexistence in human history. With the rapid expansion of the Islamic empire across diverse regions—ranging from the Arabian Peninsula to North Africa, Persia, the Levant and parts of Europe—Muslim societies encountered a variety of cultures, languages, religions and civilizations. This study critically explores how early Islamic governance, guided by the Qur'an and Sunnah, managed to integrate non-Muslim communities such as Christians, Jews, Zoroastrians and others within an inclusive legal and ethical framework. The research examines institutional mechanisms such as Dhimmah (protected minority status), religious autonomy, linguistic diversity and shared intellectual traditions. Particular attention is given to the Abbasid and Umayyad periods, where multiculturalism thrived through trade, translation movements and academic exchanges. The study also contrasts early Islamic multicultural practices with modern secular multiculturalism, highlighting similarities in coexistence but also key differences in value systems, religious centrality and communal ethics.

Keywords: Multiculturalism, Early Islam, Ethicity and Islam, Religious Pluralism, Abbasid Era, Islamic Governance, Interfaith Coexistence

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں مختلف ثقافتوں، مذاہب اور نسلوں کے لوگوں کے درمیان ہم آہنگی، برابری اور انصاف کے اصولوں کو فروغ دیا۔ اس دور کی نمایاں خصوصیات میں میثاق مدینہ، مذہبی رواداری اور سماجی انصاف شامل ہیں۔ اسلامی ثقافت کی بنیاد اللہ کے نبی ﷺ نے رکھی اور اپنے قول و فعل کے ساتھ اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ اس سنہرے دور میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں کی بہت سی باتوں کو اسلامی تہذیب میں داخل فرمایا اور اپنے عمل سے اس پر مہر تصدیق بھی ثبت فرمادی اور امت کو بتادیا کہ ہر وقت اور ہر صورت میں دوسری ثقافتوں

* ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد (فیصل آباد کیمپس)
** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد (فیصل آباد کیمپس)

سے اعراض واجتناب ممکن نہیں بلکہ دینی یا دنیاوی مفاد و مصالح کے تحت ان کو اپنا لیناہی مفید عمل ہے۔ اس لیے بھی کہ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"الكَلِمَةُ الحِكْمَةُ ضَالَّةُ المُؤْمِنِ، فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا"[1]

(حکمت کی بات مومن کی گم شدہ میراث ہے جہاں کہیں بھی وہ اسے پائے تو اسے حاصل کر لینے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔)

قرون اولی (عہد رسالت اور عہد صحابہ وتابعین) کثیر الثقافتی معاشرے پر مبنی تھا۔ اس دور میں مدینہ منورہ بلکہ پورے عرب میں مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں سے جڑے افراد زندگی گزار رہے تھے، نبی اکرم ﷺ کے دور اقدس میں حکومت میں مختلف قبائل، مذاہب اور ثقافتی گروہوں کو شامل کیا گیا۔ اور آپ کی عدالت و انصاف اور احسان و نیکی کے اصولوں نے مختلف ثقافتوں کے مابین ایک متوازن تعامل فراہم کیا۔ بعد ازاں عہد صحابہ وتابعین (قرون اولیٰ) نے مختلف ثقافتوں کے درمیان احترام و تعاون کے مفاہیم کو ترویج دیا۔ قرون اولیٰ میں امن وامان، عدل وانصاف اور مساوات کے اصولوں کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا گیا جن سے کثیر الثقافتی معاشرے میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا ہوئی۔ اور قرون اولیٰ میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ مختلف ثقافتوں کے انضمام نے ایک دوسری ثقافت سے استفادہ کیا۔

پاکستان میں عصر حاضر کے تناظر میں ان تعلیمات کو کیسے عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے اور کونسے چیلنجز درپیش ہیں۔ پاکستان کے مختلف شعبوں جیسے کہ تعلیمی نظام، عدالتی نظام، اور سماجی ڈھانچے میں کثیر ثقافتی اصولوں کے نفاذ کا تجزیہ شامل کیا جائے۔ پاکستان میں عہد نبوی کی کثیر ثقافتی تعلیمات کی مکمل اور مؤثر عملی تطبیق کے لیے سماجی شعور، تعلیمی اصلاحات اور حکومتی سطح پر جامع پالیسیوں کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ، مختلف ثقافتی اور مذہبی گروہوں کے درمیان مکالمے اور تعاون کو فروغ دینا بھی اہم ہے تاکہ ایک ہم آہنگ اور منصفانہ معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

انسان نے معاشرتی نظام کی تشکیل کا آغاز کیا اور اللہ تعالی نے وحی کے ذریعے رہنمائی کا سلسلہ جاری فرمایا، اسی وقت سے تہذیبی معاشرے کی بنیاد رکھی گئی اور ثقافتی اقدار کی روایات کا آغاز ہوا۔ گویا اللہ تعالی نے اس دنیا کو آباد کرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں کے لیے اسلامی تہذیب کی بنیاد بھی قائم کی۔ انبیاء کرام علیہ السلام کا مسلسل آنا اسی مقصد کے تحت تھا کہ ایک بہترین فلاحی انسانی دنیا کی تشکیل ہو۔ اسلامی تہذیب کی ابتداء اور اس کے عروج کی علامت یہ تھی کہ انبیاء کرام مبعوث ہوئے، اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے اپنی بعثت کے ذریعے دین کی تکمیل کا اعلان کیا۔ آپ ﷺ کا تکمیل دین کے لیے مبعوث ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو بطور کامل نمونہ پیش کیا گیا تاکہ ایک ایسا فلاحی معاشرہ وجود میں آئے جو دارین کی فلاح کا ضامن ہو۔ وقت کے ساتھ ساتھ، لوگوں کے گروہ بنے، گروہوں سے بستیاں، بستیوں سے شہر، اور شہروں سے ممالک وجود میں آئے۔ اس طرح، پوری دنیا کا ایک جغرافیائی نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ عرب معاشرہ انسانی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتا ہے،

جہاں نبی کریم ﷺ کی آمد ہوئی۔ اس وقت عرب معاشرہ مختلف لوگوں کے اختلاط کا مجموعہ تھا، جس میں مختلف طبقات، قبائلی نظام اور ہر قبیلے کی اپنی ثقافت اور رسم و رواج کے آثار موجود تھے۔ ہر قبیلہ اپنی جگہ پر ایک مکمل دنیا سمجھا جاتا تھا، اور ہنر و فن، علم و ادب، زبان و بیان میں ماہر تھا۔

خطہ عرب میں اسلام کی آمد ایک نئے دور کا آغاز تھا۔ جس کے تحت نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی، جو دنیا بھر کے لیے ایک مثالی (ماڈل) ریاست کے طور پر ابھری۔ یہ ایک ایسی فلاحی ریاست تھی جس میں مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگ شامل تھے اور اپنے وقت کی ایک ایسی بہترین مثال فراہم کرتی تھی جس کی عصر حاضر میں بھی مثال ملنا مشکل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک ماہر سیاستدان، منجھے ہوئے حکمران اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک رہنما کی حیثیت سے مدینہ کو ایک مکمل اور پر امن فلاحی ریاست میں تبدیل کر دیا۔

ہم جائزہ لیں گے کہ نبی کریم ﷺ نے کس طرح ایک کثیر ثقافتی معاشرے کو منظم کر کے ایک فلاحی ریاست کی شکل دی۔ مملکت خداداد پاکستان بھی ایک کثیر ثقافتی معاشرہ ہے جہاں اختلافات فطری امر ہیں۔ تاہم، جب اختلافات اشتعال انگیزی اور فتنہ پروری کا سبب بن جاتے ہیں، تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے، خاص طور پر اتنی زیادہ ثقافتوں کے ہوتے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کس طرح آپ نے کثیر ثقافتی معاشرے کا انتظام و انصرام کیا اور ایک پر امن فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی۔ تاہم سیرت طیبہ کے ان اصولوں کو کثیر ثقافتی معاشروں پر لاگو کر کے ایک پر امن اور ترقی یافتہ ملک بنا سکتے ہیں۔ جس طرح ریاست مدینہ میں یہود، عیسائی، مسلمان اور مختلف ثقافتوں کا ظہور ہوا جیسا کہ شام، ایران، یمن کی ثقافتیں اور موجودہ خطہ جو کہ حجاز تھا اس کی ثقافت کا اختلاف ہوا اور مختلف ثقافتوں کے لوگ جب اسلام کے رنگ میں رنگ تو انہوں نے ایک ایسی ثقافت کو جنم دیا جو ان سب ثقافتوں کا ایک مرقع تھی لیکن ایک پر امن مخلوط ثقافتی معاشرہ تھی۔

یہ تحقیق اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس لیے بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے کیونکہ ہمارے خطے (بالخصوص پاکستان) کا معاشرتی تناظر ایک کثیر ثقافتی ماحول پر مبنی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت اور اسلام کی ابتدائی کامیابیاں بھی ایک کثیر ثقافتی معاشرے میں ہوئی تھیں۔ نبی ﷺ نے اس معاشرتی تنوع کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک خوبصورت، پر امن اور ترقی یافتہ معاشرہ قائم کیا جو غربت کو کم کر رہا تھا، لوگوں کے درمیان محبت و بھائی چارہ فروغ دے رہا تھا اور دنیا بھر میں اسلام کا پیغام تیزی سے پھیلانے میں کامیاب ہو رہا تھا۔ یہاں یہ بات بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ نبی ﷺ نے ایسے کثیر ثقافتی معاشرے کی تشکیل کے لیے کون سے اصول اپنائے اور یہ اصول ہمارے موجودہ کثیر ثقافتی خطے میں کیسے نافذ کیے جا سکتے ہیں۔

اس کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ مختلف ثقافتیں ایک دوسرے پر اثرانداز ہو سکتی ہیں، جو کہ فائدہ مند یا نقصان دہ ہو سکتی ہیں۔ ایک تہذیب دوسری تہذیب کو جذب کر سکتی ہے یا دونوں تہذیبیں آپس میں ہم آہنگ ہو کر ایک مشترکہ معاشرہ تشکیل دے سکتی ہیں۔ جب ایک ہی علاقے میں مختلف ثقافتیں موجود ہوں، تو ان میں سے بہترین پہلوؤں کو منتخب کر کے ایک

مثالی معاشرہ بنایا جا سکتا ہے۔ ہم یہ بھی سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ نبی کریم ﷺ نے دوسری ثقافتوں کے عناصر کو کیسے اپنایا اور کیا اسلام غیر اسلامی ثقافتوں کے بعض پہلوؤں کو قبول کرتا ہے، یا اسلامی ثقافت کی وسعت اور ہم آہنگی کی صلاحیت اسے مختلف ثقافتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی قابل بناتی ہے۔ اس طرح، یہ تحقیق ہمارے لیے ایک گہرا بصیرت فراہم کرتی ہے کہ ہم کس طرح مختلف ثقافتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک متحد اور فلاحی معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔

معاشرہ کا مفہوم

معاشرہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں مل جل کر رہنے اور زندگی گزارنے کا نظام۔ انگریزی میں معاشرتی نظام کو "سوسائٹی" (Society) کہا جاتا ہے، جو لاطینی زبان کے لفظ "سوشس" (Socius) سے آیا ہے، جس کا مطلب ہے "ساتھی"۔ اس تناظر میں، معاشرہ ایک گروہ ہوتا ہے جو باہمی تعلقات اور تعاون کی بنیاد پر تشکیل پاتا ہے۔

معاشرت اس گروہ کو ظاہر کرتی ہے جو مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہو۔ یعنی معاشرہ وہ گروہ ہے جو مشترکہ قوانین، روایات، اور رسم و رواج کی پابندی کرتا ہے اور اس میں تہذیب، ثقافت، اخلاق، روحانیت، سیاست اور معاشرتی سرگرمیاں منظم یا غیر منظم طور پر جاری ہوتی ہیں۔

انسان معاشرتی وجود کا حامل ہے کیونکہ اس کا وجود معاشرت کی پیداوار ہے، اور معاشرہ ہی اس کی شخصیت کی تشکیل کرتا ہے۔ ثقافت انسان کی ضروریات کا تعین کرتی ہے۔ ارسطو نے انسان کو "سماجی جانور" (Man is a social animal) قرار دیا ہے، کیونکہ وہ تنہا زندگی گزارنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ افلاطون نے بھی کہا کہ معاشرتی زندگی میں انسان بار بار اپنے ساتھیوں کی مدد اور تعاون کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ جب انسانوں کے درمیان تنازعات پیدا ہوتے ہیں، تو قواعد و ضوابط کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ معاشرتی توازن برقرار رکھا جا سکے۔

ثقافت کا معنی و مفہوم

ثقافت لغوی طور پر عربی لفظ "ثقف" سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے 'اوپر اٹھانا' یا 'بلند کرنا'۔[2] اس لفظ کے مختلف معانی ہیں، اور ایک معنی یہ ہے کہ کسی کو ذہین و فطین بنانا۔ ابن منظور افریقی کی تصنیف "لسان العرب" میں "ثقیف الراجل" کا استعمال بھی اسی معنی میں آیا ہے،[3] جو کہ "باب ظریف" سے متعلق ہے اور اس کا مطلب ہے کسی کو بہت ذہین بنانا۔[4] ثقافت دراصل مظاہر اور روایات کا تسلسل ہے، اور انسان یا انسانی معاشرہ قدیم نظریات، روایات اور افکار سے منقطع نہیں ہو سکتا۔ ثقافت نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہے، اور اس کے عناصر معاشرتی زندگی کا حصہ بنتے ہیں۔[5]

ثقافت وہ تمام عادات، افعال، خیالات، رسوم اور اقدار ہیں جو کسی منظم معاشرے یا خاندان کے ایک رکن کی حیثیت سے ہم عزیز رکھتے ہیں، ان پر عمل کرتے ہیں، یا ان پر عمل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ تعریف اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ثقافت معاشرتی زندگی میں گہرے اثرات ڈالتی ہے اور انسانی تجربات کو منظم کرتی ہے۔

کثیر ثقافتی معاشرہ معنی و مفہوم

کثیر ثقافتی معاشرہ (Multicutural Society) ایک ایسا معاشرہ ہوتا ہے جس میں مختلف ثقافتوں، نسلوں، زبانوں، مذاہب اور روایات کے لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں۔ اس معاشرے میں مختلف ثقافتی گروہوں کی شناخت، رسم و رواج اور عقائد کو تسلیم کیا جاتا ہے اور ان کا احترام کیا جاتا ہے۔ کثیر ثقافتی معاشرہ مختلف ثقافتوں کے درمیان ہم آہنگی اور بقائے باہمی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جہاں لوگوں کو اپنے عقائد اور ثقافتی پس منظر کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہوتی ہے۔ یہ معاشرہ تنوع کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے اور مختلف پس منظر کے لوگوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کی حمایت کرتا ہے۔ کثیر ثقافتی معاشرہ مختلف نظریات، روایات اور طرز زندگی کے تبادلے کو فروغ دیتا ہے اور معاشرتی ہم آہنگی کو مضبوط کرتا ہے۔

قرون اولیٰ

قرون اولی سے مراد عہد نبوی ء عہد صحابہ اور عہد تابعین مراد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ:

"خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ."[6]

(لوگوں میں سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔)

حجازی معاشرہ ایک کثیر ثقافتی معاشرہ

دور نبوی میں حجازی معاشرے کے کثیر ثقافتی پہلو کا مطالعہ کرنے سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہاں کی ثقافت کی جڑیں کہاں تک پھیلی ہوئی تھیں اور نبی ﷺ کی بعثت سے قبل اس کی حالت کیا تھی۔

عرب معاشرہ ساخت و پس منظر

شہر مکہ مکرمہ کو خانہ کعبہ کی وجہ سے اس خطے میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں مختلف ثقافتوں کا اجتماع تھا، جو کہ ایک تسلسل کے نتیجے میں قائم ہوا۔ مکہ ایک اہم تجارتی اور مذہبی مرکز تھا، جہاں ہر طرف سے قافلے آتے تھے۔ یہ قافلے مکہ کو نہ صرف ایک گزرگاہ بلکہ ایک منزل بھی بناتے تھے۔ مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے لوگ یہاں سالانہ اور موسمی تہواروں پر جمع ہوتے تھے، جس کی وجہ سے مکہ میں ثقافت کے مختلف رنگ نمایاں ہوتے تھے۔

عرب معاشرہ قبائلی نظام پر مشتمل تھا۔ اور ہر قبیلے کی اپنی الگ ثقافت اور روایات تھیں۔ شاعری عرب ثقافت کا ایک اہم حصہ تھی، جس کے ذریعے عرب اپنے کلام پر فخر کرتے اور دیگر اقوام کو "عجمی" کہتے تھے۔ عرب نہ صرف شاعری میں بلکہ دیگر علوم و فنون میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ مکہ میں مختلف بازار اور میلوں کا انعقاد ہوتا تھا، جہاں مختلف ثقافتوں کے لوگ اکٹھے ہوتے تھے اور مختلف مذہبی اجتماعات منعقد ہوتے تھے۔ ہر بت کے نام اور مقام کے مطابق مذہبی رسومات ادا کی جاتی تھیں۔ اور

حجاز مقدس میں ثقافت تین اہم ذرائع سے پروان چڑھی:

1. **قریب ممالک کی تہذیب اور اثرات:** حیرا اور غسان کی ریاستیں ایرانی اور رومی ثقافتوں سے متاثر تھیں۔ ان ریاستوں نے اپنی ثقافتوں کے عناصر حجاز میں منتقل کیے، جس سے حجاز کی ثقافت پر رومی اور ایرانی اثرات مرتب ہوئے۔
2. **تجارتی قافلے:** تجارتی قافلے مختلف ممالک سے حجاز میں آتے تھے، جس سے فنون لطیفہ اور دیگر ثقافتی عناصر کا تبادلہ ہوتا تھا۔
3. **مذہبی تہوار اور میلے:** مذہبی تہوار اور میلوں کے ذریعے مختلف ثقافتوں اور روایات کا تبادلہ ہوتا تھا، جس سے حجاز کے ثقافتی تنوع میں اضافہ ہوا۔

حجاز کے لوگ ذہین، فطین اور زبردست حافظہ کے مالک تھے۔ وہ دور اندیش اور سفر کے عادی تھے، جو تجارتی مقاصد کے لیے مختلف زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ سفر کے دوران وہ نئی چیزیں سیکھتے اور اپنے ملک واپس آ کر ان کو رواج دیتے تھے۔ اس طرح، حجاز میں ایک کثیر ثقافتی معاشرہ وجود میں آیا، جس میں مختلف ثقافتوں، روایات، اور نظریات کا اختلاط تھا۔

اس ضمن میں عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں:

> "روم اور سکندریہ دونوں یونانی ثقافتوں کے وارث تھے، لہذا یونانیت کا پرتو بھی بالواسطہ ان لوگوں کی معاشرت میں موجود تھا۔" انہوں نے مزید کہا کہ یہ لوگ کاشتکاری کے علاوہ، اسلحہ سازی، اہنگی، اور زرگری جیسے سنتوں میں بھی ماہر تھے۔"[7]

اس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ حجاز کی ثقافت میں روم اور سکندریہ کے ثقافتی اثرات کس طرح شامل ہوئے اور کیسے یہ اثرات مختلف دستکاریوں اور معاشرتی فنون میں محسوس کیے گئے۔ اس طرح، مختلف ثقافتوں کا ملاپ حجازی معاشرے کی ثقافتی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

مولانا مودودی "سیرت سرور عالم" میں لکھتے ہیں:

> "آمد اسلام سے کئی صدیاں قبل، کچھ یہودی اسکندریہ اور روم سے آ کر حجاز میں آباد ہوئے۔ اسکندریہ اور روم کی اپنی تہذیبی و ثقافتی روایات کے علاوہ، یہ دونوں یونان کی تہذیبی وراثت میں بھی شامل تھیں۔ اس طرح، مثلث تہذیبی اثرات نے حجاز پر گہرے تہذیبی و ثقافتی اثرات مرتب کر دیے۔"[8]

شاہ ولی اللہ حجاز میں قوموں کے ملاپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> "بابل کے بادشاہ نیبو یندوس نے گرمائی دارالسلطنت شمالی حجاز کے مقام تیمہ کو بنایا تھا۔ تدمر کی شامی ریاست اور حیرا و غسان کی حجازی ریاستیں عراق سے لے کر مصر تک قائم رہیں۔ اسی طرح، حجاز اور نجد کی حدود سے الجزیرہ اور شام کے حدود تک رشتہ قائم رہا۔ نسلی رشتہ بھی موجود تھا، حجاز کے انصار اور شام کی

غسانی فرمانروا ایک ہی نسل سے تھے۔ ابتدائی دور میں قومیں اور آبادیاں الگ اور دور دراز علاقوں میں بسا کرتی تھیں۔ فاتحین، تاجروں، اور رشتہ داروں کی مدد سے قوموں کا آپس میں میل ملاپ ہوا، علوم و فنون کا تبادلہ جاری رہا، اور سیاسی و معاشی زندگی نے انسانوں کو باہم ملا کر سوچ بچار اور ترقی کے نئے راستے ہموار کیے۔ ایسے میں، حجاز کی بستی بھی غلاموں، لونڈیوں، اور علوم و فنون کا مرکز رہی۔ ان غلاموں میں فنون و ہنر کے ماہر لوگ شامل تھے، اور حجاز میں ان کی بڑی تعداد موجود رہی، جن سے ان کے آقاؤں نے اہم خدمات حاصل کیں۔"[9]

اس طرح حجازی معاشرہ ایک کثیر ثقافتی معاشرہ بن چکا تھا۔ جس میں ارد گرد کی ثقافتوں کے اثرات موجود تھے۔

حجاز میں موجود مختلف ثقافتیں

عہدِ نبوی ﷺ میں مدینہ منورہ ایک کثیر ثقافتی معاشرہ تھا، جہاں مختلف قبائل، ثقافتیں اور مذاہب کے لوگ اکٹھے رہتے تھے۔ مدینہ میں موجود ان مختلف ثقافتوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

1. قبیلہ اوس اور خزرج (انصار)

- **پس منظر:** اوس اور خزرج دو بڑے عرب قبائل تھے جو مدینہ کے قدیم باشندے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد، انصار کہلانے والے یہ قبائل نبی کریم ﷺ کے وفادار ساتھی بن گئے۔
- **ثقافت اور روایات:** اوس اور خزرج کی اپنی جنگی، معاشرتی، اور قبائلی روایات تھیں، جو اسلام کی آمد کے بعد اسلامی اصولوں کے تحت ڈھل گئیں۔

2. مہاجرین (مکہ سے آنے والے مسلمان)

- **پس منظر:** مہاجرین وہ لوگ تھے جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے۔ ان میں زیادہ تر قریش کے افراد شامل تھے، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت پر اسلام قبول کیا اور ظلم و ستم سے بچنے کے لیے مدینہ ہجرت کی۔
- **ثقافت اور روایات:** مہاجرین کی ثقافت مکہ کی تجارت، زبان، اور قریش کے روایتی قبائلی نظام پر مبنی تھی۔ مدینہ آنے کے بعد ان کی معاشرتی روایات مدینہ کے قبائل کے ساتھ ہم آہنگ ہو گئیں۔

3. یہودی قبائل (بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ)

- **پس منظر:** مدینہ میں کئی یہودی قبائل آباد تھے، جن میں بنی قینقاع، بنی نضیر، اور بنی قریظہ زیادہ معروف ہیں۔ ان قبائل کے مدینہ میں اپنے معاشی اور معاشرتی نظام تھے، اور وہ زراعت، تجارت، اور دستکاری میں مشغول تھے۔
- **ثقافت اور روایات:** یہودی قبائل کی اپنی مذہبی روایات، قوانین (تورات)، اور تہوار تھے۔ معاہدہ مدینہ کے تحت ان کو اپنے مذہبی عقائد اور طریقوں کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی دی گئی۔

4. مشرکین اور دیگر غیر مسلم گروہ

- **پس منظر:** مدینہ میں کچھ مشرکین اور دیگر غیر مسلم گروہ بھی موجود تھے جو اسلام قبول نہیں کرتے تھے لیکن معاشرے کا حصہ تھے۔
- **ثقافت اور روایات:** ان کے اپنے رسوم و رواج اور تہوار تھے جن کی پیروی وہ اپنی مرضی کے مطابق کرتے تھے، اور انہیں بھی معاہدہ مدینہ کے تحت آزادی دی گئی تھی۔

5. نجران کے عیسائی

- **پس منظر:** نجران سے تعلق رکھنے والے کچھ عیسائی مدینہ آئے اور نبی کریم ﷺ سے معاہدہ کیا۔ وہ اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اسلامی ریاست کا حصہ بن گئے۔
- **ثقافت اور روایات:** ان کی اپنی مذہبی رسومات اور عیسائیت کے تحت زندگی کے اصول تھے۔

6. دیگر غیر عرب قبائل

- **پس منظر:** عہد نبوی ﷺ میں کچھ غیر عرب قبائل بھی موجود تھے جو عرب علاقوں میں تجارت یا دیگر وجوہات کی بنا پر آباد ہوئے۔
- **ثقافت اور روایات:** ان کی ثقافت ان کے اصل علاقوں کی تہذیب و تمدن کی عکاسی کرتی تھی۔

یہ مختلف ثقافتیں اور قبائل مل جل کر مدینہ منورہ کو ایک متنوع اور ہم آہنگ معاشرتی نظام میں تبدیل کر رہے تھے، جس میں تمام مذاہب اور ثقافتوں کو معقول مقام دیا گیا تھا۔۔

حجازی معاشرے کی خصوصیات

سرزمین حجاز میں مختلف ثقافتوں کا میل ملاپ ایک عام تصور تھا، اور ان کے غم و خوشی کے لمحے آپس میں شریک کیے جاتے تھے۔ جیسے کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے، کسی بچے کی ولادت پر پورا قبیلہ خوشی مناتا تھا، اسی طرح نکاح کے ذریعے بھی ان کی خوشی مشترک ہوتی تھی۔ نکاح کے بغیر زندگی گزارنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ:

> "ان رسوم کی ادائیگی لازمی طور پر کی جاتی تھی۔ حجازی لوگ، بالخصوص مکہ کے باشندے، پہلے سے ہی ان رسوم کی پابندی کرتے تھے۔ خلاف ورزی یا ان کی عدم ادائیگی پر ملامت بھی کی جاتی تھی۔"[10]

حجازی معاشرت میں کھانے پینے، لباس، رشتہ داری، مریض کی عیادت، مردوں کا کفن دفن، نکاح و طلاق، عدت، سوگ، دعوت ولیمہ اور دیگر معاشرتی، دینی اور لین دین کے معاملات کی باقاعدہ اور منظم رسوم موجود تھیں۔ ان رسوم کا اہتمام معاشرتی زندگی کا ایک اہم حصہ تھا، جس کے ذریعے لوگوں کے روابط اور تعاملات منظم اور قابل احترام رہتے تھے۔

ڈاکٹر جواد علی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ :

"حجاز میں اگر ایک دفعہ لڑائی چھڑ جاتی تو یہ بہت دیر تک چلتی تھی، کیونکہ قبائل کے درمیان فخر اور بدلہ لینے کی تڑپ موجود ہوتی تھی۔ ایک قبیلہ اگر بدلہ لیتا تو دوسرا قبیلہ اسی کا بدلہ لینے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا، جس سے لڑائی سالوں تک جاری رہتی۔ اوس اور خزرج کے درمیان ہونے والی بگاس کی لڑائی نے پورے خطے پر گہرے اثرات مرتب کیے، اور یہ واقعہ طویل عرصے تک لوگوں کے ذہنوں میں تازہ رہا۔"[11]

حجاز میں جنگ و جدل اور طویل لڑائیوں کا عمومی مزاج تھا، جو اپنی تفاخر اور حسب و نسب پر فخر برقرار رکھنے کے لیے جاری رہتا تھا۔ یہ لڑائیاں کئی نسلوں تک چلتی تھیں اور اگلی نسلوں کو احباب پرستی کی تعلیم اس انداز سے دی جاتی تھی کہ ان میں غیرت، حمیت، بہادری، انتقام کا جذبہ، شجرہ نسب کا تسلسل، اور دوست و دشمن کی تمیز اجاگر ہو جاتی تھی۔

عمرو بن کلثوم اپنے ایک شعر میں کہتا ہے:

ورثنا المجد قد علمت معد

نطاعن دونه حتى يبينا[12]

(ہم نے عزت و شرافت اپنے خاندان کے بڑوں سے وراثت میں پائی ہے، اور اس شرافت و بزرگی کو قائم رکھنے کے لیے ہم پوری طاقت کو استعمال کریں گے۔)

حجاز کی تمدنی زندگی ارد گرد کے خطوں سے بہتر تھی، حالانکہ وہاں برائیاں، معاشرتی بداخلاقی اور بدتہذیبی بھی موجود تھی۔ اس وقت دیگر ممالک میں نیکی، بھلائی اور تہذیبی اقدار بہت کم تھیں۔ حجاز میں اخلاقی اقدار، معاشی اصول، معاشرتی ضابطے، جنگ و جدل کے اوقات اور نظام کے علاوہ اپنا اندرونی قبائلی نظام اتنا مستحکم تھا کہ اس دور میں کوئی قابل ذکر نمونہ نہیں ملتا۔ حجازی قوم ایک ایسا اتحاد تھی جو نسب اور نسل کی بنیاد پر جڑا ہوا تھا اور یہی وحدت ایک رسمی قانون کی بنیاد بنی، جو فرد اور جماعت کے مابین رشتوں کے حقوق و فرائض کو منظم کرتا تھا۔ حجاز کی قوم نے اپنے سیاسی اور معاشرتی نظام میں اس رسمی قانون کو مضبوطی سے اختیار کیا ہوا تھا۔[13]

حجاز کا سماجی نظام بھی مکمل اصولوں کے تحت منظم تھا۔ قبائلی سرداروں کی تعظیم و تکریم کی جاتی تھی، اور ان کے حکم کی تعمیل کی جاتی تھی۔ قبائلی سرداروں کو اپنا قاضی اور جج تسلیم کیا جاتا تھا، جو سماجی انصاف اور قانون کی پاسداری کے ذمہ دار تھے۔ اقتصادی حالت بھی کافی بہتر تھی، اور قرآن مجید میں بھی اس کی وضاحت ملتی ہے۔ قرآن کی سورۃ قریش میں، جس کا مقصد قریش کی اقتصادی بہتری اور ان کے تجارتی فوائد کی جانب اشارہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"الَّذِيٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْ عٍ نخ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ"[14]

(جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔)

یہ آیت قریش کی اقتصادی استحکام اور ان کی تجارتی سر گرمیوں کی کامیابی کو ظاہر کرتی ہے، جو ان کی معاشی حالت کی بہتری کا اشارہ ہے۔

حجاز کے خطے میں مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگوں کا آباد ہونا ایک تنوع کا مظہر تھا اور یہی تنوع اس خطے کی ثقافت کو شکل دیتا تھا۔ باوجود اس کثیر ثقافتی پس منظر کے، حجاز کا معاشرہ نہ صرف پروان چڑھا بلکہ ایک ترقی یافتہ اور منظم معاشرہ بھی وجود میں آیا، جس کا اپنا نظم وضبط، رسم ورواج اور عقائد کا نظام تھا۔ یہ ایک فطری قانون ہے کہ جب ایک ہی علاقے میں مختلف مزاج اور ثقافتوں کے لوگ رہائش پذیر ہوں، تو وہ ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں اور اپنے مفاد کے مطابق ان ثقافتوں کی مثبت خصوصیات کو اپناتے ہیں۔ یہی صورت حال حجاز کے معاشرے میں بھی دیکھنے کو ملی، جہاں مختلف ثقافتوں کے عناصر نے مل کر ایک متوازن اور ترقی یافتہ معاشرتی نظام کی تشکیل کی۔

عہد نبوی ﷺ کے کثیر ثقافتی معاشرے پر دیگر تہذیبی اثرات

عہد نبوی میں کثیر ثقافتی معاشرے پر حضرت محمد ﷺ کی تہذیبی اثرات کی گہرائی اور اہمیت بے مثال تھی۔ زمانے کے تسلسل میں شخصیات ثقافت کی امین ہوتی ہیں اور ان کے کردار اور تعلیمات آئندہ نسلوں تک منتقل ہوتی ہیں۔ جب کسی شخصیت کا کردار مضبوط اور اس کی تعلیمات اعلیٰ درجے کی ہوتی ہیں، تو وہ اپنے اثرات چھوڑ کر ثقافت کو نیا رنگ دے دیتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی شخصیت بھی ایسی ہی باکمال اور بااثر تھی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور ثقافتی زندگی نے ایک نیا اور جامع دین متعارف کرایا، جو ہر پہلو سے مکمل اور فطرت کے عین مطابق تھا۔ آپ ﷺ کی پیش کردہ شریعت نے تمام موجودہ ثقافتوں پر گہرا اثر ڈالا اور آپ ﷺ نے حجازی معاشرے کی ثقافتی زندگی کو نئی سمت دی۔ عہد نبوی ﷺ میں کثیر ثقافتی معاشرے پر درج ذیل اثرات مرتب ہوئے۔

- نبی کریم ﷺ نے اس وقت کے حجازی معاشرے کو ثقافتی لحاظ سے بڑی حد تک متاثر کیا، اور دیگر معاشروں نے بھی اس کی پیروی کی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات عقل و فطرت کے مطابق تھیں، جیسے کہ ایک اللہ کی عبادت کی تعلیم جو تمام مذاہب میں مشترک نقطہ ہے، مثلاً یہودیت اور عیسائیت میں بھی یہ تصور پایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس بھولی بسری تہذیبی زندگی کو زندہ کیا، توحید کو واضح کیا اور اس دنیا، زندگی اور کائنات کے بارے میں موجود تصورات کو یکسر بدل دیا۔ حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات نے ایک نئے مذہبی اور تہذیبی معیار قائم کیے، جنہوں نے نہ صرف حجازی معاشرے بلکہ عالمی سطح پر مختلف ثقافتوں کو نئی روشنی عطا کی۔

  علامہ محمد اقبال کے مطابق:

  "کردار ہی وہ غیر مرئی قوت ہے جو قوموں کے مقدر کو متعین کرتی ہے۔"[15]
- حضرت محمد ﷺ نے نہ صرف عقیدے میں انقلاب برپا کیا بلکہ عبادات میں بھی واضح تبدیلیاں متعارف کروائیں۔ مکہ اور

مدینہ کے دور میں مذہبی مظاہر کا عمومی پس منظر ایک خاص مذہب پر مبنی تھا، مگر زمانے کے ساتھ لوگوں نے اپنے مذہب میں خود ساختہ تبدیلیاں کیں، جن کے نتیجے میں یہ مظاہر عقل و فطرت کے خلاف ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان مذہبی امور کو درست کیا اور لوگوں کو اصل دین سے آشنا کرایا۔ گوئٹے نے مذہب کے بجائے فن (Art) کو اہمیت دی، لیکن علامہ محمد اقبال نے اس خیال میں تبدیلی کرتے ہوئے کہا کہ مذہب ہی دراصل رہنمائی اور دستگیری فراہم کرتا ہے۔[16]

- حضرت محمد ﷺ نے معاشرتی برائیوں کا مؤثر سدباب کیا اور معاشرے میں ایک انقلابی پیغام پیش کیا۔ انہوں نے برائیوں کو انسانی فطرت کے خلاف قرار دیتے ہوئے لوگوں کو نیکی اور پاکیزگی کی راہ پر ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے سود کو کاروبار سے خارج کر دیا، شراب کو حرام قرار دیا کیونکہ یہ عقل کو مفلوج کر دیتی تھی، اور حجاز کی جنگجو فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے، انہوں نے ان کی برائیوں کی نشاندہی کی اور ان کا قلع قمع کیا۔
- حضرت محمد ﷺ کی اس انقلابی تبدیلی نے حجاز میں تہذیبی اور ثقافتی انقلاب لایا۔ آپ ﷺ نے جاہلانہ رسوم و رواج جو انسانی فطرت کے خلاف تھے، انہیں ختم کر دیا اور لوگوں کو دیرپا اور پائیدار اقدار سے متعارف کروایا۔ آپ ﷺ نے انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف راہنمائی فراہم کی۔
- عہدِ نبوی میں سب سے زیادہ فتنہ پرور افراد منافقین تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے فتنوں کا مؤثر طریقے سے مقابلہ کیا اور اپنے دور میں حجاز کو امن کا گہوارہ بنادیا۔ منافقین جب یہ دیکھنے لگے کہ نبی ﷺ ان سے دل کی گہرائیوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، تو ان کی شرارتوں میں کمی آئی اور وہ اپنی بدخواہی سے باز آ گئے۔
- حضرت محمد ﷺ نے تمام نسلی، رنگی اور خون کی تفریق کو ختم کر دیا اور قبائل کی قومیت پرستی، نسل پرستی اور طبقاتی تقسیم کو مٹاتے ہوئے، تمام لوگوں کو ایک وحدت میں پرو دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی زندگی کے آخری خطبے میں آپ ﷺ نے اس عظیم پیغام کو واضح کیا کہ "تمام انسان ایک ہی اصل سے ہیں، اور تم سب کی برابری کے اصول پر چلنا چاہیے۔"

  "يا أيُّها النَّاسُ إنَّ رَبَّكمْ واحِدٌ ألا لا فضلَ لِعربِيٍّ على عجَمِيٍّ ولا لِعجَمِيٍّ على عربيٍّ ولا لأحمرَ على أسْودَ ولا لأسودَ على أحمرَ إلَّا بالتَّقْوَى إنَّ أكرَمكمْ عند اللهِ أتْقاكُمْ"[17]

- نبی کریم ﷺ نے اس بھٹکی ہوئی قوم کو ایک نئی راہ جو روشن ہے جو فلاح کی طرف جاتی ہے اس راہ پر ڈال دیا اور اس معاشرے کو اجتماعیت کا احساس دے کر نئی قوت عطا کر دی تقوی کے تصور کو عام کر کے ایک نئی سمت عطا کی ذاتی تفاخر کے احساس کو مٹا دیا مظلوموں اور عورتوں کو معاشرے کا برابر کا حصہ دلوایا۔ اس ضمن میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں کہ:

> ''اس تنظیم و تالیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک کلی اصولی اور انسانی تنظیم تھی اس کے پیدا کرنے میں حضور ﷺ نے نہ تو قومی نسلی لسانی اور جو غرافیائی تعصبات سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ قومی

حوصلوں کی انگیخت سے کوئی کام لیا نہ دنیوی مفادات کا کوئی لالچ دلایا نہ کسی دشمن کے ہوے سے لوگوں کو ڈرایا دنیا میں جتنے بھی جھوٹ یا بڑے مدبر اور سیاستدان گزرے ہیں انہوں نے ہمیشہ اپنے سیاسی منصوبوں کی تکمیل میں انہی محرکات سے کام لیا ہے اگر حضور ﷺ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے تو یہ بات اپ ﷺ کی قوم کے مزاج کے بالکل مطابق ہوتی لیکن اپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ ان چیزوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ان میں سے ہر چیز کو ایک فتنہ قرار دیا اور ہر شے کی خود اپنے ہاتھوں سے بیخ کنی فرمائی۔"[18]

اسی تناظر میں سراج منیرؒ اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ سب سے پہلے عرب معاشرہ اصولی معاشرہ تھا اس کے بعد ایران ہندوستان افریقہ اور یورپ اور مشرق بعید پر اس کے اثرات مرتب ہوئے۔[19]

کثیر ثقافتی معاشرے کا انتظام

عہدِ نبوی ﷺ کا معاشرہ متعدد مذاہب، ثقافتوں، اور قبائل پر مشتمل تھا اور نبی کریم ﷺ نے ان سب کے درمیان ہم آہنگی اور انصاف کے اصولوں پر مبنی ایک معاشرتی نظام قائم کیا، جس نے سب کو مساوی حقوق، عدل، اور آزادی فراہم کی۔ یہ تنوع اسلام کی عالمی نوعیت اور معاشرتی انصاف کی بہترین مثال ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کثیر ثقافتی معاشرے کا انتظام اس حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ یہ معاشرہ دنیا میں ایک بلند مقام حاصل کر گیا، جسے کوئی زیر نہیں کر سکتا تھا۔ آپ ﷺ کے سامنے مختلف ثقافتوں کے لوگ موجود تھے، مثلاً مدینہ کے انصار، مکہ کے مہاجرین، یہود اور منافقین کے گروہ۔ آپ ﷺ نے ان سب کو ایک ہی لڑی میں پرو کر ایک منظم اور متوازن معاشرہ قائم کیا۔ نبی کریم ﷺ کے انتظام و انصرام کے چند اقدامات درج ذیل ہیں:

- مواخات مدینہ

نبی کریم ﷺ کے دور میں مدینہ میں موجود دو مختلف ثقافتوں کے مالک افراد، یعنی مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کو ایک مضبوط رشتہ میں پرو دیا گیا۔ آپ ﷺ نے ہر انصاری کو ایک مہاجر کا بھائی بنا دیا، جس سے تمام اختلافات کو ختم کرتے ہوئے ایک بھائی چارے پر مبنی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ اس طرح آپ ﷺ نے مدینہ میں اتحاد اور ہم آہنگی کا ایک خوبصورت ماڈل قائم کیا۔

- میثاق مدینہ

میثاق مدینہ (Constitution of Medina) مدینہ کے انتظام و انصرام میں ایک اہم سنگ میل تھا، جو مدینہ کی شہری ریاست کے قیام کی پہلی جامع کوشش تھی۔ یہ ایک تحریری دستاویز تھی جو حضرت محمد ﷺ کی قیادت میں مدینہ کے مختلف قبائل، مذاہب اور معاشروں کے درمیان نظم و ضبط، امن اور تعاون کے اصول وضع کرتی تھی۔ اس معاہدے کے ذریعے نہ صرف انتظامی اصلاحات متعارف کرائی گئیں بلکہ ایک منظم معاشرتی اور سیاسی نظام بھی قائم کیا گیا۔ میثاق مدینہ نے ایک جامع

قانونی اور عدالتی نظام فراہم کیا جس کے تحت تمام شہریوں کو یکساں انصاف فراہم کیا جاتا تھا، چاہے وہ مسلمان ہوں یا یہودی، اور چاہے وہ کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس نے مدینہ میں ایک مضبوط اور منظم معاشرتی ڈھانچہ قائم کیا۔ معاہدے کے تحت، مدینہ کے تمام باشندے ایک دوسرے کی سلامتی کے ذمہ دار بنے اور بیرونی خطرات کی صورت میں مشترکہ دفاع کرنے کے پابند ٹھہرے۔ اس نے مدینہ کو اندرونی اور بیرونی دونوں محاذوں پر مضبوط بنایا۔ میثاق مدینہ نے معاشرتی تنوع کو تسلیم کیا اور مختلف قبائل، مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دیا۔ اس نے مدینہ کو ایک متنوع اور جامع معاشرتی ماڈل کے طور پر پیش کیا، جہاں سب کو اپنے حقوق اور فرائض کا احترام کرنا تھا۔ اس معاہدے کے تحت تمام جماعتوں کو اپنے مذہبی عقائد اور روایات کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی دی گئی، جبکہ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے کا عہد کیا گیا۔

- قانون اور انصاف

نبی ﷺ نے عدل و انصاف کی بنیاد پر معاشرتی نظام کو استوار کیا۔ آپ ﷺ نے تمام لوگوں کے ساتھ مساوی سلوک کیا اور انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا۔ آپ ﷺ نے قاضیوں اور ججوں کو انصاف کے اصولوں پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔

- قبائلی تعلقات کی تطہیر

نبی ﷺ نے قبائلی تعصبات اور نسل پرستی کو ختم کرنے کے لیے عملی اقدامات کیے۔ آپ ﷺ نے تمام قبائل کو یکساں حقوق دیے اور قوم پرستی کی بجائے اسلامی بھائی چارے کو فروغ دیا۔

- اقتصادی نظام کی اصلاح

نبی ﷺ نے معاشرتی انصاف کو فروغ دینے کے لیے اقتصادی نظام میں اصلاحات کیں، جیسے کہ سود کی ممانعت، زکوٰۃ کی فرضیت اور مالی بدعنوانیوں کے خلاف اقدامات۔ ان اصلاحات نے اقتصادی انصاف کو یقینی بنایا اور غربت کی سطح کو کم کیا۔

- تعلیم و تربیت

نبی ﷺ نے علم و تعلیم کی اہمیت پر زور دیا اور تمام مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ آپ ﷺ نے اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ایک تعلیمی نظام قائم کیا جس نے معاشرتی ترقی اور فلاح و بہبود میں اہم کردار ادا کیا۔

- مذہبی آزادی

نبی ﷺ نے مدینہ میں موجود مختلف مذہبی گروہوں کو اپنے عقائد کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی دی۔ آپ ﷺ نے مذہبی برداشت اور تحمل کو فروغ دیا اور ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دی۔

- مضبوط دفاع

نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی ریاست کے دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے مختلف معاہدات کیے۔ میثاق مدینہ کے ذریعے آپ ﷺ نے مدینہ کے دفاع کو یقینی بنایا۔ اسی طرح صلح حدیبیہ نے بھی دفاعی نقطہ نظر سے مدینہ کو مستحکم کیا، کیونکہ یہ معاہدہ امن و

امان کے قیام میں اہم کردار ادا کرتا تھا اور مدینہ کی ریاست کے لیے ایک مضبوط دفاعی بنیاد فراہم کرتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے ان اقدامات نے کثیر ثقافتی معاشرے میں ہم آہنگی، انصاف و برابری کو یقینی بنایا اور اس طرح ایک مضبوط اور متوازن معاشرتی نظام قائم کیا جو آج بھی ایک مثالی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔۔

عہدِ نبوی ﷺ کے کثیر ثقافتی معاشرے کی خصوصیات

نبی اکرم ﷺ کے دور مبارک میں کثیر ثقافتی معاشرہ جن خصائص کا حامل تھا وہ حسب ذیل ہیں:

1. مذہبی رواداری

نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے معاہدے کے تحت مذہبی رواداری کو یقینی بنایا۔ مسلمانوں، یہودیوں، اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو اپنے مذہبی عقائد اور عبادات کی مکمل آزادی حاصل تھی۔ کسی بھی گروپ پر مذہبی زور زبردستی نہیں کی گئی، اور ہر مذہب کو اپنی عبادات کے مطابق زندگی گزارنے کی مکمل آزادی دی گئی۔

2. عدالتی و قانونی نظام

نبی کریم ﷺ نے ایک منصفانہ نظام قائم کیا جس کے تحت تمام مذاہب اور قبائل کے لوگوں کو برابر حقوق فراہم کیے گئے۔ قانون سب کے لیے یکساں تھا، اور ہر شخص کے حقوق اور ذمہ داریوں کا واضح تعین کیا گیا، جس سے انصاف کا ایک مضبوط نظام قائم ہوا۔

3. سماجی ہم آہنگی

مدینہ کے معاہدے نے مختلف قبائل اور مذاہب کے لوگوں کو ایک مشترکہ معاشرتی ڈھانچے میں شامل کیا۔ اس معاہدے نے اتحاد، بھائی چارہ اور مشترکہ ذمہ داریوں کو فروغ دیا، جس کے نتیجے میں ایک ہم آہنگ معاشرتی ماحول قائم ہوا۔

4. معاشی انصاف

نبی کریم ﷺ نے معاشی نظام میں انصاف کو یقینی بنایا۔ لوگوں کو اپنے ذرائع معاش پیدا کرنے کی آزادی دی گئی اور وسائل کی منصفانہ تقسیم پر زور دیا گیا۔ اس طرح، معاشی انصاف کو یقینی بنایا گیا۔

5. مشترکہ دفاعی حکمت عملی

معاہدہ مدینہ میں یہ شرط بھی شامل تھی کہ اگر مدینہ پر کوئی حملہ ہوتا ہے، تو تمام گروہ مل کر دفاع کریں گے۔ یہ مشترکہ ذمہ داریوں نے معاشرتی اتحاد کو مزید مضبوط کیا اور مدینہ کو بیرونی خطرات سے محفوظ رکھا۔

6. انفرادی تشخص کی حفاظت

ہر قبیلے اور مذہب کی اپنی شناخت برقرار رکھی گئی۔ کسی کو بھی اپنی ثقافت یا رسم و رواج کو ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا، جس سے تمام گروپوں کی قومی تشخص کی حفاظت ہوئی۔

7. تعلیمی مساوات

نبی کریم ﷺ نے علم کے فروغ کی حوصلہ افزائی کی، چاہے وہ علم کسی بھی قوم یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ آپ ﷺ نے تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا اور ہر شخص کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔

مدینہ منورہ کی مثال ایک مثالی کثیر ثقافتی معاشرے کی عکاسی کرتی ہے، جہاں مختلف ثقافتوں اور مذاہب کے لوگ امن، محبت، اور احترام کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام نے ہمیشہ مختلف ثقافتوں کے درمیان ہم آہنگی، مساوات، اور باہمی احترام کو فروغ دیا ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں ثقافتی تنوع کی مثالیں

عہد نبوی ﷺ میں ثقافتی تنوع کے درج ذیل نظائر ملتے ہیں۔

1) لباس میں تنوع

نبی کریم ﷺ مختلف قسم کے ملبوسات استعمال کرتے تھے، جن میں عمدہ سے عمدہ، سادہ، بہترین سوتی، اور بعض اوقات ریشمی کپڑے شامل تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ملبوسات میں بھی تنوع پایا جاتا تھا۔ ابتدائی دور میں، اکثر صحابہ صرف ایک کملی اوڑھتے تھے، جبکہ بعض مالدار صحابہ دو یا تین لباس استعمال کرتے تھے۔ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو خالص ریشمی کپڑے استعمال کرنے کی اجازت دی، جو اس وقت کی عربی اور غیر عربی ثقافتوں کا امتزاج تھا۔

2) رنگ ولباس میں تنوع

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یمن کی مشہور چادریں استعمال کیں، جن کا رنگ بعض اوقات مویشیوں کے پیشاب سے بدلا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان چادروں پر پابندی عائد کرنا چاہا، مگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی، کیونکہ یہ عہد نبوی ﷺ سے چلتا آرہا تھا۔ محدثین نے اس رنگ کی فکری توجیہ بھی کی ہے اور اس پر بخاری اور فتح الباری میں تفصیلی بحث موجود ہے۔

3) مجلسی اصول

نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں پیالے کی گردش کا اصول تھا۔ آپ ﷺ خود نوش فرمانے کے بعد پیالہ اپنی دائیں جانب سے صحابہ کرام کو دیتے، جو باری باری پی لیتے اور واپس آپ ﷺ کے پاس پہنچتا۔ یہ سنت یمن کی تھی۔ کبھی کبھار پیالہ نبی ﷺ کی دائیں طرف موجود کسی نوجوان یا اعرابی کے پاس جاتا تھا، جبکہ بائیں طرف موجود حضرت ابو بکر صدیق یا دیگر بزرگ صحابہ بھی پیالے کی گردش میں حصہ لیتے تھے۔[20] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق، نبی ﷺ نے دودھ پیتے وقت پہلے دائیں جانب والے صحابی کو پیالہ دیا، پھر بائیں جانب والے کو۔[21]

4) کھانے میں تنوع

محمد بن مقاتل، ابوالحسن عبداللہ بن یونس زہری، ابوامامہ بن سہل بن حنیف انصاری، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، جہاں بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔ نبی ﷺ نے گوشت کی طرف ہاتھ بڑھایا، مگر جب معلوم ہوا کہ یہ گوشت ہے، تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا گوشت حرام ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ حرام نہیں، لیکن آپ ﷺ کو یہ پسند نہیں تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پھر بھی گوشت کھایا، جبکہ نبی ﷺ نے اس کو دیکھتے ہوئے کوئی اعتراض نہیں کیا۔[22]

عہد نبوی ﷺ میں مختلف ثقافتوں اور ترجیحات کے ساتھ ایک ہم آہنگ معاشرتی ماحول قائم کیا گیا، جہاں مختلف عادات، لباس، اور کھانوں کے تنوع کو قبول کیا گیا، مگر اسلامی اصولوں کے مطابق ان سب کو ایک توازن اور احترام کے ساتھ زندگی میں شامل کیا گیا۔

پاکستان کا کثیر ثقافتی معاشرہ اور سیرت طیبہ سے رہنمائی

پاکستان ایک متنوع اور کثیر ثقافتی معاشرہ ہے، جہاں مختلف ثقافتیں، زبانیں، مذاہب اور نسلی گروہ آباد ہیں۔ یہاں پنجابی، سندھی، پشتون، بلوچی، مہاجر، سرائیکی، کشمیری اور دیگر چھوٹے نسلی گروہ شامل ہیں۔ یہ کثیر الثقافتی ماحول پاکستان کے سماجی، ثقافتی اور اقتصادی منظر نامے کو متنوع اور متحرک بناتا ہے۔ مختلف ثقافتوں کے ملاپ سے پاکستان ایک رنگین ثقافتی ماحول فراہم کرتا ہے، جہاں روایات، کھانے، لباس اور فنون کا ملاپ ہوتا ہے۔ لاہور کی ثقافتی وراثت، سندھ کی تاریخی مقامات اور خیبر پختونخوا اور بلوچستان کی قدرتی خوبصورتی سیاحوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہیں۔

پاکستان میں تعلیمی اور ادبی تنوع بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ اردو، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی اور سرائیکی ادب کی اپنی منفرد روایات ہیں۔ مگر، اس تنوع کے ساتھ ساتھ کئی مسائل بھی موجود ہیں:

- **نسلی اور لسانی تنازعات:** مختلف لسانی اور نسلی گروہوں کے درمیان تناؤ اور تنازع کبھی کبھار ابھرتے ہیں، جو اکثر سیاسی، اقتصادی اور سماجی مسائل کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔
- **مساوات اور مواقع کی کمی:** مختلف نسلی اور لسانی گروہوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے روزگار، تعلیم اور صحت کے مواقع میں عدم مساوات پیدا ہوتی ہے۔
- **فرقہ وارانہ کشیدگی:** پاکستان میں سنی اور شیعہ مسلم کمیونٹی کے درمیان فرقہ وارانہ تنازعات بھی ہوتے ہیں، جو معاشرتی ہم آہنگی کو متاثر کرتے ہیں۔
- **یکسانیت کا خطرہ:** بڑی ثقافتیں چھوٹی ثقافتوں پر غالب آتی ہیں، جس سے چھوٹی زبانوں، روایات اور شناختوں کو خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ وہ معدوم نہ ہو جائیں۔

- **سیاسی اثرات:** مختلف ثقافتی گروہ اکثر سیاسی جماعتوں کے ذریعے نمائندگی حاصل کرتے ہیں، جس سے قومی سطح پر سیاسی تقسیم پیدا ہو سکتی ہے۔
- **جدت کا دور:** دنیا تیزی سے ترقی کر رہی ہے، نئی نئی ایجادات اور جدید ٹیکنالوجی نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ مادی وسائل کا زیادہ سے زیادہ استعمال اور تیز رفتار وقت نے روایات کو چیلنج کیا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی تیزی نے دنیا کو قریب کر دیا ہے اور گلوبل ویلج کا تصور ابھرا ہے، جس سے افراد کی علیحدہ تشخص کو خطرہ لاحق ہے۔ جدید دنیا میں ہر قوم اپنے مخصوص رویے کو برقرار رکھنے میں دشواری محسوس کر رہی ہے۔ تعلیم یافتہ افراد نئی تبدیلیوں کو خوش آمدید کہتے ہیں جبکہ مذہب سے جڑے افراد جدت کو فرسودہ سمجھتے ہیں۔ ایسے میں، مختلف ثقافتوں کا مقابلہ کرنا، ان کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنا اور پھر اپنی علیحدہ شناخت برقرار رکھنا ایک چیلنج ہے۔

سیرت طیبہ سے رہنمائی

سیرت طیبہ ہمیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کثیر ثقافتی معاشرے کا انتظام کرنے کی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف ثقافتوں کی خوبیوں کو اپنانے کی ترغیب دی اور اسلامی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے دوسروں کی ثقافتوں سے فائدہ اٹھانے کا درس دیا۔ نبی ﷺ نے اختلاف رائے کو برداشت کرنے، حکمت حاصل کرنے اور غیر اسلامی ثقافتوں سے مشابہت اختیار کرنے میں احتیاط کی تعلیم دی۔ اس طرح پاکستان میں کثیر ثقافتی معاشرے کی کامیابی کے لیے سیرت طیبہ کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم ایک متوازن اور ہم آہنگ معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔

سیرت طیبہ ﷺ سے استفادہ کی صورتیں

سیرت طیبہ ﷺ کا مطالعہ ہمیں ایک فلاحی ریاست کے قیام کے اصولوں کی وضاحت فراہم کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک کثیر ثقافتی معاشرے کو یکجہتی اور فلاح کی راہ پر گامزن کیا اور اس عمل میں کئی اہم اصول اپنائے جن سے ہم عصر حاضر کے مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔

- اعتدال پسندی

نبی اکرم ﷺ نے اعتدال پسند معاشرتی رویوں کو فروغ دیا اور انتہا پسندی کی مخالفت کی۔ آپ ﷺ نے دنیاداری اور روحانیت کے درمیان توازن قائم رکھا اور عبادت کے ساتھ دنیاوی امور کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ ایک مرتب معاشرت کے قیام میں آپ ﷺ نے افراط و تفریط سے گریز کیا اور ہر فرد کو اپنے حقوق کے ساتھ آزادی دی۔ آپ ﷺ نے اہل اسلام اور غیر مسلموں کے مذہبی حقوق کا احترام کیا اور مدینے کے معاہدے میں ہر مذہب کو اپنی عبادت کی آزادی دی۔[23]

اسی طرح اللہ کے راستے میں خرچ کرنا بڑے ثواب کا کام ہے لیکن قرآن مجید اس معاملے میں افراط و تفریط کے انداز اپنانے سے روکتا ہے حکم دیا گیا کہ اپنا سارا مال اللہ کے راستے میں مت دو ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم لوگوں سے مانگتے پھرو اس طرح

کنجوسی کی بھی مذمت کی گئی ہے۔[24]

جس طرح اہل اسلام اپنی عبادات اور شاعر اسلام کو ادا کرنے میں ازاد تھے اسی طرح اہل کفر کو بھی مذہبی آزادی میسر تھی رسول مقبول ﷺ کے پاس جب نجران سے کچھ عیسائی ائے اور ان کی عبادت کا وقت ہوا تو اپ ﷺ نے وسعت ظرف کے ساتھ انہیں مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔[25]

ہجرت مدینہ کے بعد اپ ﷺ نے اہل مدینہ کے ساتھ تاریخ ساز معاہدہ کیا جس کی ایک اہم شق یہ بھی تھی کہ مسلمان یہودی اور عیسائی اپنے مذہبی معاملات کی ادائیگی میں ازاد ہوں گے اور اہل مدینہ اس معاملے میں کسی دوسرے پر اعتراض نہیں کریں گے۔[26]

آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر بظاہر بہت نرم شرائط پر مشرکین مکہ کے ساتھ صلح کر لی جبکہ صحابہ کرام جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اس موقع پر افسردہ بھی تھے لیکن یہ آپ ﷺ کی فراخ دلانا سوچ تھی اور دور اندیشانہ سوچ تھی جس کے تحت اپ خطے میں امن لانا چاہتے تھے۔[27]

قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

"اَلَّـذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِـمْ بِغَيْـرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّـٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْـعُ اللّـٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُـمْ بِبَعْضٍ لَّـهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَـعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْـهَا اسْمُ اللّـٰهِ كَثِيْـرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّـٰهُ مَنْ يَّنْصُرُه ۗ اِنَّ اللّـٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيْزٌ "[28]

قرآن کریم کی اس آیت میں اہل اسلام کے لیے یہ تلقین ہے کہ جب تم اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلو تو جس طرح تم نے مسجدوں کا تحفظ کرنا ہے اسی طرح دیگر اقوام کی عبادت گاہوں کا تحفظ اور احترام برقرار رکھنا ہے۔

رحمت عالم ﷺ اپنے دشمنوں کے معاملے میں بھی کبھی انتہا پسند واقعہ نہ ہوئے تھے دشمنی میں بھی کبھی حد اعتدال کو آپ ﷺ نے پار نہیں کیا جس شخص کا اپ نے مخالفوں سے یہ رویہ ہو تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کا مشورہ سلوک کس قدر ہو گا اور آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی کردار سازی کرتے ہوئے انہیں میانہ روی کے کیا کیا اسلوب نہ سکھائے ہوں گے۔

- رائے کا احترام

نبی کریم ﷺ نے اختلاف رائے کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی عملی مثال قائم کی۔ باوجودیکہ آپ ﷺ کی حیثیت نبی کی تھی اور آپ ﷺ کے حکم سے انکار ممکن نہ تھا، آپ ﷺ نے اہم مسائل میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور ان کی رائے کا احترام کیا۔ مثلاً، غزوہ بدر میں حباب بن منظر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر آپ ﷺ نے پڑاؤ کا مقام بدل دیا، اور غزوہ احد میں مدینہ سے باہر لڑنے کے مشورے کو تسلیم کیا۔ اسی طرح، جنگ احزاب میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے پر خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ یہ سب مثالیں آپ ﷺ کی وسعت ظرف اور اختلاف رائے کو برداشت کرنے کی تعلیم کی عکاسی کرتی ہیں۔[29]

سیرت طیبہ ﷺ میں ہمیں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا اور ان کی تجاویز پر عمل کیا یا ان کی رائے کا احترام کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی تربیت اسی اصول پر کی کہ اختلاف رائے کو برداشت کرنا اور دانشمندانہ تجاویز کی حوصلہ افزائی کرنا ضروری ہے۔ اس طرز عمل کی بدولت پیچیدہ مسائل بھی باہمی سمجھوتے سے حل ہوئے۔ نبی ﷺ کے وصال کے بعد سقیفہ بنی سعدہ میں خلافت کے معاملے میں شدید اختلاف تھا، مگر آپ ﷺ کی تربیت کے اثرات نے یہ اختلاف ختم کر دیا۔ تمام صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنار ہنما تسلیم کیا اور ان کے پیروکار بن گئے، جو آپ ﷺ کی تربیت کی کامیابی کا ایک واضح ثبوت ہے۔

- فرقہ واریت

فرقہ واریت سے بچاؤ کے لیے نبی کریم ﷺ نے اختلاف رائے کی اجازت دی اور اہل ایمان کو اخوت اور اتحاد کی بنیاد پر ایک دوسرے کے قریب کیا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا" [30]

فرقہ واریت اُس وقت جنم لیتی ہے جب لوگوں کا تعلق اپنے مرکز سے کمزور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تعلق کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی تلقین کی ہے۔ اگر کوئی اجتہادی اختلاف ہو، تو اس اختلاف کی بنیاد پر الگ فرقہ بنانا جائز نہیں۔ سیرت طیبہ ﷺ میں ہمیں یہ بھی ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے مخالفین کو بھی برداشت کیا اور اختلاف رائے کے باوجود ان کی رائے کا احترام کیا۔ کلمہ گو بھائیوں پر کفر و شرک اور بدعات کا فتویٰ لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ فرقہ واریت سے بچنے کے لیے مرکز سے تعلق مضبوط رکھنا، دوسروں کی رائے کا احترام کرنا اور شک کی نگاہ سے نہ دیکھنا ضروری ہے۔

- خوشگوار معاشرہ

خوشگوار زندگی بسر کرنا ہر فرد کا حق ہے، اور نبی کریم ﷺ نے اس کی مثال اپنی زندگی سے پیش کی۔ آپ ﷺ ہمیشہ مسکراتے رہتے، خواہ گھر میں ہوں یا باہر اور گفتگو کے دوران ہلکے پھلکے مزاح سے مخاطب کی جھجک دور کرتے۔ آپ ﷺ کی محفل کبھی بھی اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتی تھی، اور آپ ﷺ باغات میں بیٹھنا پسند فرماتے تھے۔ مدنی دور میں آپ ﷺ اکثر سفر پر ہوتے، اور یہ سفر خود بھی ایک دلچسپ سرگرمی تھی۔ اس دوران آپ ﷺ نے شادی بھی کی اور ولیمے کی دعوت بھی دی۔[31]

عہد رسالت میں مرد و خواتین معاشرے کے برابر حصے دار تھے، اور خواتین بھی زندگی کی دلچسپیوں میں شریک ہوتی تھیں۔ وہ سرگرمیاں اختیار کرتی تھیں جو نسوانیت کے منافی نہ تھیں۔ جب سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیوہ سے شادی کی تو فرمایا کہ کنواری سے کیوں نہ کی، کیونکہ وہ اسے کھیلتی اور آپ ﷺ سے کھیلتی۔[32] شریعت نے عورت کے لیے سجاوٹی زیورات اور زیب و زینت کو اس کا حق قرار دیا۔ عہد نبوی ﷺ میں عورتیں گھروں تک محدود نہیں تھیں، بلکہ کھیلوں میں بھی شریک ہوتی

تھیں۔[33] ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے دور کے مقابلے میں آپ ﷺ سے سبقت لے لی۔[34]

سیرت طیبہ سے ہمیں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دور رسالت میں خواتین سماجی مشاغل میں بھرپور شرکت کرتی تھیں اور ان کا حق پورا طور پر تسلیم کیا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا معاشرہ قائم کیا تھا جہاں کوئی گھٹن نہیں تھی بلکہ مدنی ماحول میں خوشگوار فرحت اور تازگی کا احساس تھا۔ موجودہ معاشرے کا موازنہ کرتے ہیں تو کیا ہمیں ایسی تازگی اور کھلا پن ملتا ہے جو دور رسالت میں تھا؟ کیا عورت کو اتنی آزادی اور تحفظ حاصل ہے جتنا کہ عہد رسالت میں تھا؟ اگر موجودہ دور میں گھٹن اور محدود سوچ کا سامنا ہے، تو فلاحی ریاست کی تشکیل میں عورت کو اس کا جائز مقام دینا اور اس کے حقوق کا تحفظ کرنا بہت اہم قدم ہوگا۔

5) سیرت طیبہ اور جدت کا تصور

عربوں کے درمیان ایک بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنے باپ دادا کے دین پر ضد اور اصرار کے ساتھ قائم تھے، بغیر اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا تجزیہ کیے۔ قرآن کریم نے اس مکالمے کو اس طرح واضح کیا ہے:

" وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِـعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَاؕ-اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـٴًـا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ "[35]

(وہ بولے، بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے اباواجداد کو پایا، اگرچہ ان کے اباؤاجداد کسی چیز کی عقل نہ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔)

اس کے برعکس، اللہ تعالی نے انہیں غور و فکر کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے سائنسی علوم کی طرف راغب کیا اور زمین، آسمان، اور مظاہر فطرت میں تفکر کرنے پر ابھارا۔ اہل عقل کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے ان میں شامل ہونے کی راہ دکھائی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے واضح کیا کہ ایمان لانے کے بعد تجربہ کرنا ایمان میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔

قرآن مجید نے فرمایا:

"وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ" [36]

(اور ان کے سامنے ابراہیم کی خبر پڑھو۔)

اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"الكَلِمَةُ الحِكْمَةُ ضَالَّةُ المُؤْمِنِ، فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا"[37]

(حکمت کی بات مومن کی گم شدہ میراث ہے جہاں کہیں بھی وہ اسے پائے تو اسے حاصل کر لینے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔)

اس حدیث سے ہمیں دو اہم نکات ملتے ہیں:

- پہلی بات یہ ہے کہ علم اور حکمت حاصل کرنے کی طرف ترغیب دی گئی ہے۔ راغب اصفہانی کے مطابق، حکمت سے مراد

عقل اور فکر کے نتیجے میں درست فیصلے تک پہنچنا ہے۔ یہ حدیث نئی اشیاء اور ایجادات پر غور و فکر کرنے اور انہیں اپنانے کی تلقین کرتی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم سیکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔[38]

- دوسری بات جو اس حدیث سے سمجھ آتی ہے، وہ یہ ہے کہ علم حاصل کرنے کے ذرائع کی حد بندی ختم کر دی گئی ہے۔ یعنی قرآن و سنت کے علاوہ بھی دیگر ذرائع علم، جیسے سائنسی علوم، تکنیکی ترقیات، اور فکری و ادبی کاوشیں، سے استفادہ کرنا چاہیے۔ مسلمان کو دانائی کے حصول میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، بلکہ جہاں بھی بہتر علم، حکمت، یا نئی دانائی ملے، وہ اسے حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے۔

یہ حدیث وسعت نظری اور دور اندیشی کی بھی عکاسی کرتی ہے۔ خاص طور پر کثیر ثقافتی معاشروں میں جہاں دوسری ثقافتیں عملی طور پر موجود ہوتی ہیں، اگر وہاں دانائی اور حکمت کی بات پائی جائے، تو اسے اپنانا مومن کا حق ہے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ تنگ نظری کے بجائے وسعت نظر اور کشادگی کا مظاہرہ کرے اور ان اچھی باتوں کو اپنائے جو قرآن و سنت کے منافی نہ ہوں، بلکہ ان کے مطابق عمل کرنا آسان بنائیں۔

6) صبر و استقامت:

کثیر ثقافتی معاشروں میں صبر اور قناعت کی اہمیت انتہائی بنیادی ہے، اور مدنی دور رسالت ہمارے لیے اس کا کامل نمونہ فراہم کرتا ہے۔اس دور میں معاشی خوشحالی اور دولت کی فراوانی کے بجائے، صبر و استقامت کی مظاہر زیادہ نمایاں تھے۔ مدنی دور مسلسل جنگوں اور فقر و فاقہ کے ماحول میں گزرا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کے لیے اپنی جانیں پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جنگوں میں جدید حکمت عملی اور نئی تکنیکیں اپنانے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے۔ مثال کے طور پر، غزوہ احزاب کے دوران جب عربوں کا ایک بہت بڑا اور متحد لشکر مدینے کے قریب پہنچ گیا، تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی کے ساتھ مل کر ایک جدید دفاعی حکمت عملی اپنائی۔ اس حکمت عملی کے ذریعے دشمن کو شکست دی گئی اور حملہ آوروں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔[39]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ عید کے دن، جب نبی کریم ﷺ عید کی نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ ﷺ سیدھا مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ وہاں صحابہ کرام حبشی لوگوں کی فنون حرب و ضرب کا مظاہرہ دیکھ رہے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس موقع پر موجود تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں عوام کے لیے جنگی نمائش کا اہتمام کیا، جس میں حبشیوں نے برچھیاں چلانے کا مظاہرہ کیا۔[40]

یہاں تک کہ برچھیاں چلانا حبشی ثقافت کا حصہ تھا، نبی کریم ﷺ نے اس کھیل کو عوامی سطح پر دکھانے کا اہتمام کیا تاکہ لوگ اس ثقافت سے آگاہ ہوں اور اسے جنگی حکمت عملی میں شامل کیا جا سکے۔ سیرت طیبہ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دوسروں کی ثقافت کی کارآمد چیزوں کو اپنانا اور ان سے فائدہ اٹھانا ایک اہم حکمت عملی ہے۔

قرآن مجید بھی تحقیق، جستجو اور مظاہر فطرت کو سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ سیرت طیبہ کا یہی پہلو ہمیں رہنمائی فراہم کرتا ہے، جس سے متاثر ہو کر اندلس اور بغداد کے ماہر سائنسدانوں نے سائنسی علوم میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔ اس طرح، صبر، استقامت، اور ثقافت سے استفادہ کی حکمت عملی نے علمی اور سائنسی ترقی کی راہ ہموار کی۔

7) کثیر ثقافتی حد بندی

موجودہ دور میں علوم و فنون میں مغربی ممالک کا واضح تسلط ہے۔ غیر مسلم ممالک کی جدید ایجادات اور ترقی نے دنیا بھر میں اپنی تاثیر قائم کی ہے، اور بہت سے لوگ ان کے جدید رجحانات اور اسلوب کو اپنا رہے ہیں۔ اس کے باوجود اہل اسلام جدید اشیاء اور رجحانات کو اپنانے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں، خاص طور پر اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں ان کی اقدار اور عقائد متاثر نہ ہو جائیں۔

قرآن مجید نے واضح طور پر اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ اہل کفر کبھی بھی اہل ایمان کے ساتھ خالص محبت اور دوستی نہیں کر سکتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ"[41]

(اے ایمان والو! غیروں کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تم سے دشمنی میں کمی نہ کریں گے۔)

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی شناخت برقرار رکھیں، اہل کفر کی دوستی پر فخر نہ کریں اور ان کی ترقی سے مرعوب نہ ہوں۔ اگر کوئی شخص اہل کفر کے کلچر یا طریقوں کو اپناتا ہے، چاہے وہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہو، اور اس کی توجیح تلاش کرتا ہے، تو یہ روشن خیالی نہیں بلکہ ایمان کی کمزوری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" من تشبہ بقوم فہو منہم"[42]

(جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا، تو وہ انہی میں سے ہوگا۔)

اس حدیث کی روشنی میں، اہل علم نے مسلمانوں کو کفر سے مشابہت اختیار کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ تاہم اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کفار سے مشابہت کس حد تک اور کن معاملات میں حرام ہے۔

اہل علم کا نکتہ نظر

- کلی حرام: بعض علماء، جیسے ابن تیمیہ رحمۃاللہ علیہ اور معاصر حنفی علماء، کا کہنا ہے کہ ہر وہ عمل جو کفار کی مشابہت رکھتا ہو، حرام ہے۔[43]
- ظاہری مشابہت: اکثر علماء کے مطابق، اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ظاہری حالت، وضع قطع اور لباس میں مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ محدثین نے بھی اس پر زور دیا ہے کہ مخصوص لباس اور علامات جو اہل کفر کی پہچان بن چکی ہیں، ان سے بچنا ضروری ہے۔[44]

مشابہت کی شرائط

- مشابہت کا معاملہ بلاد اسلامیہ میں ہونا چاہیے، نہ کہ دار الحرب یا غیر مسلم ممالک میں، جہاں ممکن ہے کہ شخص مجبور یا حالت خوف میں ہو۔
- مشابہت بغیر ضرورت کے اختیار کرنا ممنوع ہے، کیونکہ بعض حالات میں ضرورت کے تحت مشابہت اختیار کرنا جائز ہو سکتا ہے۔
- امور مخصوص: مشابہت ان امور میں معتبر ہے جو اہل کفر سے مخصوص ہیں اور ان کی پہچان بن چکی ہیں۔ انسانی فطرت یا بنیادی ضروریات کی بناپر تمام لوگ یکساں ہوتے ہیں، اور ان امور میں مشابہت نہیں آتی۔
- اگر کوئی شخص فقط تفریح یا مذاق کے لیے اہل کفر کی حالت اختیار کرتا ہے، تو یہ معیوب تو ہے لیکن یہ کفر کے دائرے میں نہیں آتا۔
- تعلیم، اخلاقیات اور دیگر امور جو انسانیت کے لیے فائدے مند ہیں، کسی خاص قوم کی شناخت نہیں رکھتے۔ ان میں مشابہت اختیار کرنا جائز ہے کیونکہ دانائی کی بات جہاں بھی ملے، مومن کو اس کا حق پہنچتا ہے۔[45]

اس طرح، اسلام کی تعلیمات ہمیں دوسری ثقافتوں کے مثبت پہلوؤں سے استفادہ کی ترغیب دیتی ہیں، مگر ساتھ ہی ہمیں اپنی شناخت اور اقدار کا تحفظ بھی یقینی بنانا چاہیے۔

8) کثیر ثقافتی تنوع کی منصوبہ بندی

کثیر ثقافتی معاشرے کی خوبیاں اور چیلنجز دونوں موجود ہیں۔ مختلف ثقافتوں کو ایک ساتھ لے کر چلنا اور ان سے فائدہ اٹھانا فلاحی ریاست کے قیام کے لیے اہم ہے، لیکن یہ ایک مشکل امر ہو سکتا ہے۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں ہمیں اس کا حل ملتا ہے۔ کثیر ثقافتی معاشرے میں رہتے ہوئے ضروری ہے کہ ہم غیر اسلامی ثقافتوں سے صرف ان پہلوؤں کو اپنائیں جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں اور قرآن و سنت پر عمل کرنے میں مددگار ثابت ہوں۔ ایسی حکمت اور علم کی باتیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں، ان کو اختیار کرنا مستحب ہے، کیونکہ دانائی کی باتیں مومن کا حق ہیں اور اسے جہاں بھی ملیں، حاصل کی جانی چاہئیں۔ تاہم یہ بھی ضروری ہے کہ ہم غیر اسلامی ثقافتوں کی ایسی خصوصیات یا اعمال کو نہ اپنائیں جو ان کی مذہبی شناخت سے متعلق ہوں یا جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مخالف ہوں۔ اپنے آپ کو غیر اسلامی ثقافت میں اس حد تک رنگنا کہ اسلامی اور غیر اسلامی ثقافتوں میں کوئی امتیاز نہ رہے، یہ بھی مناسب نہیں ہے۔

دوسری ثقافتوں سے علم، حکمت اور اخلاقیات کے بہترین اصولوں کو حاصل کرنا مفید ہے، لیکن اس عمل میں ہمیں اپنی اسلامی شناخت اور اصولوں کا تحفظ کرنا چاہیے۔ اس طرح، ہم کثیر ثقافتی معاشرے میں اپنی اسلامی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ رہتے ہوئے دیگر ثقافتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔[46]

9) گلوبل ویلج کا تصور اور اسلام کو درپیش خطرات

موجودہ دور میں دنیا ایک مشترکہ عالمی معاشرے کی طرف بڑھ رہی ہے، جہاں سب کے مقاصد اور اقدار ایک جیسے ہوں گے۔ اس عالمگیر معاشرے میں، لباس، زبان، ثقافت اور رسوم و رواج میں یکسانیت نظر آئے گی۔ اگرچہ تمام عناصر مکمل طور پر یکساں نہیں ہوں گے، لیکن وہ ایک دوسرے کے قریب ہوں گے اور ان کا آخر کار مقصد الحاد کی طرف جائے گا۔ الحاد، اسلامی تہذیب اور ثقافت کے لیے اس جدید دور کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔

کثیر ثقافتی معاشرے میں اسلامی تشخص اور پہچان کو برقرار رکھنا، اور آنے والی نسلوں کو ان خطرات سے بچانا، امت مسلمہ کا اہم فریضہ بن چکا ہے۔ مسلمانوں کو اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی اسلامی اقدار اور ثقافت کی حفاظت کرتے ہوئے عالمی سطح پر اپنی شناخت کو برقرار رکھنا چاہیے۔

خلاصہ و نتائج

نبی کریم ﷺ کی زندگی اور سیرت نے ہمیں عالمی اور کثیر ثقافتی معاشرے میں ایک کامیاب اور متوازن زندگی گزارنے کے اصول فراہم کیے ہیں۔ آپ ﷺ نے معاشرتی ظلم و جبر، تنگ نظری اور جاہلیت کے دور کو ختم کر کے ایک مہذب اور منصف معاشرہ قائم کیا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اسلامی تشخص کو برقرار رکھا بلکہ دوسری ثقافتوں کے مثبت پہلوؤں کو بھی قبول کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں اختلاف رائے کو برداشت کرنے، ہر مفید علم کو سیکھنے کی ترغیب، اور اہل کفر کی دوستی و مرعوبیت سے گریز کا سبق شامل ہے۔

آج، ہم ایک کثیر ثقافتی معاشرے کا حصہ ہیں، جہاں جدید ٹیکنالوجی اور علم و حکمت کی بے پناہ صلاحیتیں دستیاب ہیں۔ اس کے باوجود، معاشرتی مسائل اور عدم استحکام کی صورت حال جاری ہے۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں، ایک فلاحی ریاست کے قیام اور کثیر ثقافتی معاشرے کے انتظام کے لئے نبی ﷺ کے عملی نمونے کی پیروی کرنے کی ضرورت ہے۔ نبی ﷺ نے مختلف ثقافتوں کو ایک وحدت میں پرویا، اسلامی تشخص کو برقرار رکھا اور دیگر مذاہب اور ثقافتوں کی آزادی اور احترام کو یقینی بنایا۔

تجاویز و سفارشات

- قرونِ اولیٰ میں موجود بین الثقافتی ہم آہنگی کو دینی اور عصری تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ طلبہ برداشت، مکالمہ اور ثقافتی تفاوت کے ساتھ جینے کا شعور حاصل کریں۔
- اسلامی تاریخ سے بین الثقافتی تعامل کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے مکالماتی ادارے قائم کیے جائیں تاکہ فرقہ واریت اور مذہبی تعصب کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔
- اسلامی خلافت کے ادوار میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ معاہدات، ذمیوں کے حقوق، اور عدالتی خودمختاری کے اصولوں کو آج کی ریاستی پالیسیوں میں شامل کیا جائے۔

- معاشرتی رویوں کی تشکیل کے لیے ائمہ و خطباء، اساتذہ اور سوشل میڈیا پر فعال افراد کو قرونِ اولیٰ کی عملی مثالوں سے تربیت دی جائے۔
- دنیا بھر میں بسنے والی مسلم اقلیتوں کو قرونِ اولیٰ کی روشنی میں معاشرتی انضمام، مذہبی آزادی اور مثبت کردار کی اسلامی حکمت عملی سے روشناس کرایا جائے۔
- ریاستِ مدینہ کے معاشرتی نظم کو آج کے بین الثقافتی معاشروں میں بطور قابلِ عمل ماڈل و نمونہ پیش کیا جائے۔
- فتوحاتِ اسلامی کے بعد مختلف اقوام کے ساتھ تعامل، علمی تبادلہ اور معاشرتی یکجہتی پر جدید سائنسی و سماجی طریقوں سے از سرِ نو تحقیق کی جائے۔
- عصر میں سوشل میڈیا پر اسلامی نقطۂ نظر سے کثیر الثقافتی ہم آہنگی، قبولیت اور عدل پر مبنی بیانیہ کو عام کیا جائے۔
- اقوامِ متحدہ، او آئی سی اور دیگر بین الاقوامی اداروں کے پلیٹ فارمز پر اسلامی تاریخ سے ہم آہنگ پالیسیاں اور تحقیقی ماڈل پیش کیے جائیں۔
- قرونِ اولیٰ کی فقہی کتابوں میں موجود اقلیتوں کے حقوق، تجارتی، مذہبی اور قانونی آزادیوں کی تفصیلات کو جدید قانونی اسلوب میں مرتب کر کے عصری ریاستوں کو رہنمائی فراہم کی جائے۔

حوالہ جات

[1]۔ محمد بن عیسی الترمذی، ابو عیسیٰ، **السنن**، کتاب الادب، باب ماجاء فی الاخذ من اللحیۃ، مکتبہ المصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۹۵ھ، رقم الحدیث: ۲۸۶۔

[2]۔ لوئیس معلوف، المنجد، مدرسۃ اللغۃ، مطبعۃ الکاثولکیۃ للسبا لیسوعی، س۔ن۔، ص ۶۹

[3]۔ ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۱۳۴۷ھ، ج ۹، ص ۱۹

[4]. Macionis, John J., and Linda Marie Gerber. **Sociology**. Toronto: Pearson Prentice Hall, 2011. P:53, ISBN: 978-0-13-700161-3, OCLC: 652430995.

[5]. Tylor, Edward B. Primitive Culture. Vol. 1. New York: J.P. Putnam's Sons, 1871

[6]۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر: 3650

[7]۔ شرر، عبدالحلیم، عرب قبل از اسلام، دلگداز پریس، لکھنؤ، سن اشاعت: 1918ء، ص 44

[8]۔ مودودی، ابوالاعلی سید، سرت سرور عالم لاہور: ادارہ ترجمان القران، 1999ء، ج 1، ص 714

[9]۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۳ء، ص 283

[10]۔ دہلوی شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم حجۃ اللہ البالغہ، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۳ء، ص 283

[11]۔ جواد علی، الدکتور، المفصل فی تاریخ العرب قبل اسلام، الطبعہ الرابیہ 2001 الناشر: دار الساقی، ج 17، ص 272

[12]۔ الزوزنی، السبع المعلقات مع الحواشی للزوزنی، شرح المعلقہ: عمرو بن کلثوم، کراچی: مکتبۃ البشریٰ، ص ۳۴۰

[13]۔ ابو سمعیہ، السیرہ النبویہ، ریاض: دار السلام للنشر والتوزیع سن اشاعت: ۱۹۹۳ء، ج ۱، ص 60

[14]۔ القریش: ۴

[15]۔ ہاشمی، رفیع الدین، ماہنامہ افکار معلم نومبر 2016 لاہور، علمی کتب خانہ، شمارہ 11, ص 91

[16]۔ ماہنامہ افکار معلم، ص 20

[17]۔ البیہقی، شعب الایمان، رقم الحدیث 5137

[18]۔ ماہنامہ عالمی ترجمان القران، دسمبر 2016، ص 35

[19]۔ سراج منیر، ملت اسلامیہ تہذیب و تقدیر، مکتبہ روایت، لاہور 1997ء، ص 88-89

[20]۔ بخاری، الجامع صحیح، رقم الحدیث: 590

[21]۔ احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء، رقم الحدیث: 1074

22۔ بخاری، الجامع صحیح، رقم الحدیث: 5391

23۔ مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، بیروت: داراحیاء التراث العربی، 2001ء، ج1، ص 449

24۔ الاسرا: 29

25۔ ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر مترجم: حافظ صلاح الدین یوسف، لاہور: مکتبہ دارالسلام، 2000ء، ج1، ص72

26۔ مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، لاہور: مکتبہ دارالسلام، 2002ء، ص ۲۶۳

27۔ ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1998ء، ج3، ص262

28۔ الحج: 40

29۔ ابن قیم الجوزی محمد بن ابی بکر زید المعات فی ھدی خیر العباد موسسہ الرسالتہ بیروت، ج۲، ص۱۷۳

30۔ آل عمران: ۱۰۳

31۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمۃ، باب الرطب والتمر، رقم الحدیث: ۵۴۴۳

32۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب تزویج الثیبات، رقم الحدیث: ۵۰۹۷

33۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب استعارۃ القلائد، رقم الحدیث: ۵۸۸۲۔

34۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، کتاب الجہاد، باب فی سبق الرجل، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 2000ء، ج۴، ص۳۳۴

35۔ البقرہ: ۱۷۰

36۔ الشعراء: ۶۹

37۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**، كتاب الادب ، باب ماجاء في الاخذ من اللحية ،مكتبه المصطفى البابى الجلبى، مصر، ۱۳۹۵ھ، رقم الحدیث: ۲۸۶

38۔ الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد، **المفردات فی غریب القرآن**، مترجم: محمد عبدہ، لاہور: دارالسلام، 2005ء، ج1، ص254

39۔ ابن القیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج۳، ص ۲۴۲۔

40۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، کتاب النکاح، رقم الحدیث: ۵۱۶۲

41۔ آل عمران: ۱۱۸

42۔ السجستانی، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب اللباس، فی لبس الشہرۃ، رقم الحدیث ۴۰۳۱

43۔ محمد طیب، قاری، اسلامی تہذیب و تمدن، لاہور: ادارہ اسلامیات، ص۹۸

44۔ ابن باز، محمد بن شہاب، الفتاویٰ البزازیہ علی حاشیہ الفتاویٰ الہندیہ، بیروت: دار الفکر، 2000ء، ج٦، ص ۳۳۲

45۔ ابن تیمیہ، عبدالحلیم، تقی الدین، اقتضاء الصراط المستقیم، ریاض: دار عالم الفوائد، 1993ء، ج۱، ص ۴۷۱

46۔ العلوان، عبداللہ الناصح، تربیتہ الاولاد فی الاسلام، بیروت: دارالسلام، 1981ء، ج1، ص183